اسرار عبادت

و فلسفہ روزہ



از: استاد محترم

سید جواد نقوی

اسرار عبادت و فلسفه روزه

مشخصات کتاب

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسرارِ عبادت و فلسفہ روزہ

تالیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔استاد سید جواد نقوی

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔متاب پبلیکیشنز

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپریل 2021 (بمناسبت ماہِ رمضان المبارک)

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1000

(یہ مضمون مشرب ناب شمارہ نمبر ۶۹ سے لیا گیا ہے)

فہرست

ماہِ رمضان، ماہِ اطاعت و بندگی

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۳)

ماہِ مبارکِ رمضان، ماہِ صیام و ماہِ اطاعت و بندگیِ پروردگار اور خداوند تعالیٰ کی اپنے خاص بندوں کے لئے یہ فرصت ہے۔ روزہ عبادت الٰہی میں سے ایک اہم ترین عبادت ہے اور کئی لحاظ سے یہ قابلِ توجہ ہے۔ بہت ساری خصوصیات اِس عبادت میں موجود ہیں جو دیگر عبادات میں نہیں ہیں۔

روزہ کے مختلف پہلو

روزے کا ایک پہلو اس کا عبادت ہونا ہے یعنی اس کا عبادی پہلو۔ روزے کا ایک پہلو فقہی اور شرعی ہے یعنی فقہی لحاظ سے روزے کے احکام اور اس کے آداب ہیں۔ اس کے علاوہ روزے کا ایک نہایت اہم پہلو، روزے کے فوائد اور اس کے نتائج ہیں، جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں لیکن اس گفتگو میں ہمارے مدِّ نظر یہ تمام جہات اور یہ پہلو نہیں ہیں۔ یہاں نہ مقصود روزے کے احکام بیان کرنا ہے اور نہ ہی اس کے فوائد اور نہ ہی اس کے نتائج بیان کرنا

ہے بلکہ موضوع فلسفہِ روزہ کے حوالے سے ہے۔ چونکہ یہ عبادت اپنا ایک فلسفہ اورایک حکمت رکھتی ہے۔ جو در حقیقت روحِ عبادت اور گوہرِ عبادت ہے۔

عبادت کی اصل، روح ھے

در حقیقت جو چیز عبادت کو عبادت بناتی ہے، وہ یہی روح و گوہرِ عبادت ہے جب کہ عبادت کے اس پہلو کو بہت کم مدِّ نظر رکھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو عبادت بوجھ و گراں محسوس ہوتی ہے، مخصوصاً روزے جیسی عبادت۔ اس کی سختی کے پیش نظر اکثر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس عبادت سے پہلو تہی کریں اور اس سے اجتناب کریں۔

عبادت کی معرفت اور اس کا شوق

اگر ہم روحِ عبادت اور فلسفہِ عبادت سے آشنا ہوں تو خداوندِ تبارک و تعالیٰ سے التجا و حسرت کریں گے کہ روزے اتنے کم کیوں ہیں؟ یہ حقیقت ہے کہ اگر روحِ عبادت و روحِ روزہ و فلسفہِ روزہ ہمیں معلوم ہو جائے تو سب سے بڑی حسرت یہ ہو گی کہ روزے کے لیے اتنے کم ایام کیوں ہیں؟ فقط ایک مہینہ یا فقط تیس دن کیوں ہیں؟ اے کاش کہ سال بھر روزہ ہوتا بلکہ اے کاش کہ عمر

بھر روزہ ہوتا! اور وہی حالت ہوتی جو امام زین العابدین علیہ السلام کی ہوتی تھی۔ امامِ چہارم کو زین العابدین کہتے ہیں یعنی عبادت گزاروں اور عبادتوں کی زینت۔ جس طرح سے سید الساجدین علیہ السلام ماہِ مبارک کا استقبال اور جس طرح ماہِ مبارک کو رخصت کرتے تھے وہ قابلِ دید چیز تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور ماہِ رمضان

امام ماہِ رمضان کا اس طرح سے والہانہ استقبال کرتے تھے ، جس طرح سالہاسال کی آرزوؤں کے بعد خدا کسی بے اولاد کو اولاد عطا کرتا ہے اور ماہِ رمضان کو اس طرح سے رخصت کرتے تھے جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کی لاش کو وداع کرتی ہے، بیٹے کے جنازہ کے رخصت ہونے پر آہ و فریاد واویلا کرتی ہے۔ سید الساجدین علیہ السلام اس طرح ماہِ رمضان کو رخصت اور وداع کرتے تھے۔ کیا ایک بھوک کا اس طرح استقبال اور ایک پیاس کو اس طرح رخصت کیا جاتا ہے ؟ نہیں !روزہ بھوک اور پیاس کا نام نہیں ہے۔

روزہ کے متعلق غلط نظریات

روزہ فاقہ نہیں ہے، روزے اور فاقے میں بہت فرق ہے۔ عام طور پر جو ہم روزہ کے متعلق سنتے ہیں، خصوصاً آج کل میڈیا پر جتنی بھی روزے کے

متعلق بحث ہے، وہ روزے کی رغبت دلانے و روزے کے فوائد بتانے کے لئے ہے نہ کہ روزے کی حکمت و فلسفہ بتانے کے لیے ہے۔ ٹی وی پر بھی میڈیکل اسپیشلسٹ لا کر بٹھاتے ہیں جو آ کر ہمیں صرف روزے کے فوائد بتاتے ہیں کہ روزہ رکھنے سے آپ کے خون میں چربی کی مقدار کم ہو جائے گی، روزہ رکھنے سے آپ کی شوگر کنٹرول ہو جائے گی، روزہ رکھنے سے آپ کا بلڈ پریشر نارمل ہو جائے گا، روزہ رکھنے سے آپ کا وزن مناسب ہو جائے گا۔ لیکن اگر روزہ نہ بھی رکھیں بلکہ صرف فاقہ کریں تو بھی یہ سب کچھ نصیب ہوتا ہے۔

عبادت کا تعلق روح سے ہے

فاقہ ایک اچھی چیز ہے، طبّی لحاظ سے بھی اس کے اچھے اثرات ہیں، روح کے لیے بھی فاقہ اچھی چیز ہے اور جسمانی فوائد بھی اس میں موجود ہیں لیکن روزہ جسم کے لئے نہیں ہے۔ روزہ عبادت ہے اور جسم عبادت نہیں کر سکتا بلکہ انسان کی روح عبادت کرتی ہے۔ روزہ دار بھی انسان کی روح ہی ہے۔ شاید روح کو فاقوں سے کوئی فائدہ نہ ہو!

روزہ کا ظاہر اور اس کے اسرار

فاقے کے فائدے الگ ہیں جبکہ روزے کا فلسفہ الگ ہے۔ عبادت ہونے کے لحاظ سے ہر عبادت کے اندر ایک سِر، ایک راز اور ایک فلسفہ کارفرما ہے۔ یعنی وہ روح، وہ گوہر جس کی وجہ سے خداوندِ تبارک و تعالیٰ نے اس عبادت کو انسان کے لئے مقرر و منظور کیا ہے۔ اگرچہ ہر عبادت کے کچھ ظاہری احکام بھی ہیں جو رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) میں درج ہیں، یہ عبادت کا ظاہری روپ بتاتے ہیں۔ اگر عبادت کو آپ انسان سے تشبیہ دیں کہ جس طرح انسان کا ایک بدن ہے اور ایک روح، اسی طرح عبادت کا بھی ایک بدن ہے اور ایک روح۔ جس طرح انسان کے جسم کی غذا ہے، انسان کے جسم کے کچھ اپنے خاص قوانین و ضابطے ہیں، خاص حدود ہیں، بیماریاں اور دوائیں ہیں۔ اسی طرح عبادتوں کا بھی ظاہر ہے، عبادتوں کا بدن اور اس ظاہر عبادت کیلئے مخصوص احکام ہیں۔

جب ہم عبادات کے وہ سارے احکام بجالائیں، خواہ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ، خمس ہو یا دیگر جتنی بھی مستحب و واجب عبادات موجود ہیں۔ اگر ہم توضیح المسائل میں موجود جتنے بھی احکام ہیں وہ سب کے سب بجالائیں تو یہ ہم نے عبادت کا ظاہر ادا کیا ہے، عبادت کا بدن و فقط جسمِ عبادت وجود میں آیا ہے، اس عبادت میں ابھی روح پیدا نہیں ہوئی۔ جیسے ہم نے نماز کے لیے وضو کر لیا اور وضو کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہوگئے، نیت کر لی، سورہ حمد کی تلاوت کر لی اور اس کے بعد ایک سورہ پڑھ لیا، پھر اس کے بعد رکوع میں چلے گئے، اس کے بعد سجدہ کیا اسی طرح عبادت کے یہ سارے احکام اگر آداب کے ساتھ بجالائیں تو ہم نے صرف عبادت کا ظاہر ایجاد کیا ہے، عبادت کا بدن وجود میں آیا ہے۔

عبادت میں نیت وارادہ کی اہمیت

اب اس بدن اور پیکرِ عبادت میں روح کی ضرورت ہے تاکہ یہ عبادت بن جائے، اس عمل کو عبادت کہا جاتا ہے۔ وضو کرنے کے لیے چہرہ دھونا، ہاتھ دھونا ایک عبادت ہے۔ ہم گرمی دور کرنے کے لئے بھی دن میں کئی دفعہ نہاتے یا منہ سے گرد و غبار صاف کرنے کے لئے اسے دھوتے ہیں، اسے

عبادت نہیں کہتے لیکن وضو کے دوران جب یہی چہرہ دھوتے ہیں تو اس کو عبادت کہتے ہیں۔ ہم صبح وشام اٹھتے ہیں، اس اٹھنے بیٹھنے کو عبادت نہیں کہتے لیکن نماز کے دوران جب اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اس اٹھنے بیٹھنے کو ہم عبادت کہتے ہیں۔ ہماری یہ حرکات اور یہ اعمال عبادت کہلاتی ہیں۔

حقیقت عبادت کی بہترین تشبیہ

عبادت، عبودیت سے ہے، عبودیت یعنی بندگی اور عبادت یعنی اظہار بندگی۔ عبادت کے لیے اپنے اعمال کے اندر روحِ عبادت اور گوہرِ عبادت ایجاد کرنا ہے۔ جسم و روح کو آپ صدف سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں۔ صدف اور گوہر، صدف اور دُر، صدف اور موتی۔ صدف کی ساری قیمت اس گوہر کی وجہ سے ہوتی ہے جو صدف کے دل میں ہوتا ہے۔ اب کتنے لوگ صدف کے خواہاں و صدف کے شکاری ہیں! جن سمندروں میں، جن پانیوں میں صدف ہوتے ہیں وہاں صدف کے شکاری فراوان ہوتے ہیں، جو کتنی زحمتوں و مشقتوں سے، کتنی مشکلوں کو برداشت کر کے سمندر کی تہہ میں اترتے ہیں اور وہاں سے صدف تلاش کر کے نکال کر لاتے ہیں۔

روح کے اندر عبادت کی حیثیت

اگر ساحلِ سمندر پر آپ جا کر دیکھیں تو یہی صدف جس کے لیے ایک غوّاص، جس کے لیے ایک تیراک و غوطہ خور اپنی جان خطرے میں ڈال کر سمندر کی تہہ میں اترتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہی صدف ساحل پر کوڑے کرکٹ اور کچرے میں پڑا ہوتا ہے۔ کیوں؟ کل تک تو ہم اس کو تلاش کر رہے تھے، کل تو اس کی جستجو اور طلب میں تھے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے تھے۔ جبکہ آج یہ صدف ریت اور ساحل پر پڑا ہوا ہے اس کو ہاتھ تک کوئی نہیں لگاتا۔ جواب یہ ہے کہ کل اس صدف کی تلاش اس وجہ سے تھی کہ اس کے اندر موتی تھا، گوہر تھا اور اب چونکہ وہ گوہر اس سے نکال لیا گیا ہے، اب یہ صرف خول رہ گیا ہے، اُس خول کو جو موتی کے بغیر ہو، اگرچہ کَل کتنا قیمتی تھا لیکن جب گوہر نکال لیا جائے تو پیچھے جو بچ جاتا ہے وہ کوڑے کرکٹ میں پھینک دیتے ہیں، اس کو کوئی اٹھاتا بھی نہیں۔

حقیقتِ عبادت، روحِ عبادت ہے

صدف کی ساری قیمت اس کے گوہر و موتی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح عبادتوں کی ساری قیمت، سارا راز در حقیقت گوہرِ عبادت میں ہے، نہ کہ

صدفِ عبادت میں۔ عبادتوں کا بھی ایک صدف ہے اور ایک گوہر و موتی۔ انسان یہ سب صدف تشکیل دیتا و بناتا ہے اس لیے کہ اس گوہر تک پہنچے یعنی مکمل دین تک پہنچے۔

ہم عام طور پر اپنی دینداری کی حالت کا جب مشاہدہ کرتے ہیں تو دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ صدف ہاتھ میں لے کر گھوم رہے ہیں، صدف کو سینے سے لگایا ہوا ہے اور اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور صدف کا دَم بھرتے ہوئے اسی کے گیت و گن گاتے ہیں درحالیکہ گوہر اس میں نہیں ہے۔

فلسفہِ دین سے آشنائی کی ضرورت

بس سب سے پہلے فلسفہِ دین ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ فلسفہِ دین سے آشنا ہوں کہ وہ کیا ہے؟ اوّل تو یہ ذہن میں رہے کہ صدف میں گوہر بڑی مشکلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک صدف میں گوہر آ جانا آسان کام نہیں ہے، یہ اتنا مشکل کام ہے کہ مرزا غالب جیسے مستانہ آدمی کو بھی اس مشکل کا احساس تھا کہ صدف میں گوہر کتنی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔

دام ہر موج میں ہے حلقہِ صد کام نہنگ
دیکھو کیا گزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک

گوھر بننے کے لئے پُرسکون ماحول

سمندر کی امواج میں ہر موج کے اندر خونخوار سمندری جانور اور ان میں سے ہر ایک اپنے ہزار منہ کھولے ہوئے صدف کے شکار میں ہوتے ہیں اور اس صدف کے دل میں آبِ نیساں کا ایک قطرہ جو گوہر بننے جارہا ہے، اس صدف کو ان سمندری جانوروں، درندوں، وہیل مچھلیوں اور ان شارک مچھلیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے کہ وہ اس کو نگل نہ لیں، طوفانوں سے بھی بچنا ہے، ساحل و خشکی سے بھی بچنا ہے، سورج کی تمازت اور موجوں کے تھپیڑوں سے بھی بچنا ہے اور بچ کر اس کو تہہِ سمندر میں جاکر ایک پُرسکون اور ایک آرام دہ ماحول میں سالہا سال انتظار کرنا ہے۔ جس طرح انسان رَحم میں پلتا ہے، گوہر بھی ہمیشہ رَحم میں پلتے ہیں۔ صدف کے اندر بھی ایک رَحم ہے۔ ایک قطرہ آبِ نیساں کا اس پر پڑتا ہے وہ اس کو لے کر تہہِ سمندر میں جاکر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک قطرے کے گوھر بننے تک کا سفر

دیکھو کیا گزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک

ایک قطرے کو گوہر بننے تک کتنے حوادث، کتنے طوفان اور تلاطم سے گزرنا پڑتا ہے، گوہر بیٹھے بیٹھے نہیں بن جاتا۔ گوہر بننا بہت مشکل ہے بقول حکیم سنائی کہ

سالها باید که تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن

یعنی کئی سال چاہئیں تا کہ ایک پتھر بدخشاں کی سرزمین پر لعل بن جائے یا یمن میں جاکر عقیق بن جائے۔ ایک معمولی پتھر کو عقیق و فیروزہ بننے تک، یاقوت و زمرّد بننے تک کئی سال چاہئیں تا کہ ایک معمولی پتھر قیمتی پتھر بن جائے۔

شخصیات پیدا ہونے کے لئے صدیاں درکار

قرنہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
بو سعید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

ایک انسانی نطفہ کو کئی صدیاں چاہییں تا کہ "ابو الوفاء کرد" بنے، جو ایک بہت نامدار عارف ہیں یا "اویس قرنی" بن جائے۔ ایک بچہ اویس قرنی بن جائے یعنی گوہر بن جائے اس کے لیے صدیاں چاہئیں۔ خواتین کو جو کہا گیا ہے کہ باحجاب، باعفت اور باحیاء ہوں اسی وجہ سے ہے کہ عورت کو معلوم ہونا چاہیے

کہ یہ حجاب پابندی نہیں ہے۔ بلکہ یہ حجاب حلقۂ صد کام نہنگ سے اس صدف کو بچانے کی تدبیر ہے البتہ مرد کے لئے بھی باعفت وباحیاء ہونا ضروری ہے۔ آپکو کیا معلوم کہ ان کوچوں و بازاروں میں کتنے خونخوار بیٹھے ہیں؟ آپ کو کیا معلوم کہ اسی شہر میں ہزاروں ہوس ران و ہزاروں درندے موجود ہیں؟ ان درندوں کی نگاہوں اور ان کی رسائی سے ایک صدف کو بچانے کے لیے خدا نے کیا تدبیر کی؟ خدا نے اگر خواتین کو کہا ہے کہ حجاب اور پردہ کریں؟ چونکہ یہ صدف ہے اور خدا نے اسے بچانا ہے تاکہ اس کے اندر قیمتی گوہر پل سکے، تاکہ اس سے کوئی اویس قرنی وابوالوفاء کرد پیدا ہو سکے، تاکہ کوئی سلمان فارسیؒ و ابوذر غفاریؒ پیدا ہو سکے، تاکہ کوئی مالک اشترؒ، کمیل بن زیاد نخعیؒ و زہیر ابن قینؒ پیدا ہو سکے، خدا نے انسانی گوہر جنم دینے کے لیے یہ صدف بنائے ہیں، یہ صدف محفوظ رہیں گے تو گوہر پالیں گے۔ اگر یہ صدف ہی ضائع ہو جائیں یا یہ صدف ہی کوچہ و بازار میں ہوں اور رونقِ بازار ہو جائیں تو گوہر پھر کہاں بنیں گے؟

عبادت کی قیمت اس کا گوہر ہے

دین کا ایک صدف ہے اور ایک گوہر۔ دین کی قیمت اس کے گوہر کی وجہ سے

ہے نہ کہ صدف کی کوئی قیمت ہے۔ دین کے اندر عبادات ہیں اور عبادات کی ساری قیمت، ساری قدر، ساری منزلت در حقیقت اس گوہر کی وجہ سے ہے جبکہ ہم صدف سنوارنے میں ہی بہت وقت لگا لیتے ہیں۔ البتہ ایک طبقہ ایسا ہے جو عبادات کی صدف سے بھی محروم ہے۔ عبادات کے ظاہر تک بھی نہیں آتے لیکن جو ظاہر تک آ جاتے ہیں وہ ظاہرِ عبادات پر ہی رک جاتے ہیں، وہ عبادت کے صدف پر آ کر رک جاتے ہیں اور عبادت کے گوہر تک نہیں پہنچتے۔ لہذا لذّتِ عبادت سے محروم ہیں، لطفِ عبادت سے محروم ہیں۔

دنیا میں سخت ترین عذاب

خداوندِ تبارک و تعالیٰ اگر کسی انسان کو اس دنیا میں سخت ترین عذاب دینا چاہے تو وہ کونسا عذاب ہے؟ نہ کہ اس کو جیل میں ڈال دیتا ہے، نہ کہ اس کو کھانے، پینے کو کچھ نہیں دیتا، اس کو پہننے، اوڑھنے کو کچھ نہیں دیتا بلکہ دنیا میں سخت ترین عذاب الٰہی یہ ہے کہ اس کے دل سے لذّتِ عبادت نکال دیتا ہے۔ انسان کے لئے سب سے سخت عذاب یہ ہے کہ اس کے لیے عبادت کی لذّت ختم ہو جاتی ہے۔

عبادت کا ایک اپنا جہان

عبادت ایک عالم ہے، عبادت ایک دنیا ہے، عبادت کا اپنا ایک جہان ہے۔ انسان جب عبادت کرے تو اُسے عبادت کی لذّت محسوس ہو۔ ہمیں بہت ساری چیزوں میں لذّت محسوس ہوتی ہے، کھانا کھاتے ہوئے، شربت پیتے ہوئے لذّت محسوس کرتے ہیں، سوتے ہوئے لذّت محسوس کرتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو ہمیں اچھی لگتی ہے، ہمارے بدن کے لئے ملائم ہے، اس سے ہم لذّت محسوس کرتے ہیں۔ عبادتیں بھی لذّت آور ہیں لیکن لذّتِ عبادت، صدفِ عبادت نہیں ہے بلکہ لذّتِ عبادت گوہرِ عبادت ہے۔ گوہرِ عبادت ہی بندگی ہے۔

عبادت یعنی اظہارِ عبودیت

عبادت کا معنی اظہارِ عبودیت ہے، پس عبودیت کے اظہار کرنے کو عبادت کہتے ہیں اور عبادت کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ پہلے انسان عبد ہو۔

متکبر انسان کی خصوصیت

کچھ چیزیں دل کی ہوتی ہیں اور دل کی ان چیزوں کو انسان کبھی دل میں ہی رکھتا ہے اور بعض اوقات ان کو دل سے نکال کر دوسروں کے سامنے پیش کرتا اور

ان کا اظہار کرتا ہے۔ پس کچھ چیزیں دل کی ہوتی ہیں جو دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔ لیکن کچھ قابلِ اظہار ہوتی ہیں۔ منفی صفات بھی ایسے ہی ہیں۔ کچھ صفات دل میں ہی ہوتی ہیں جبکہ بعض اوقات انسان ان کا اظہار کرتا ہے۔ جیسے بعض لوگ مغرور ہوتے ہیں، کس چیز پر مغرور ہیں؟ کوئی چیز ہے ان کے پاس جیسے ان کے پاس مال ہے، وہ اس مال پر مغرور ہیں یا ان کے پاس علم ہے وہ اس علم پر مغرور ہیں یا خدا نے ان کو کوئی اور نعمت دی ہوئی ہے جس پر وہ مغرور ہیں اور دوسروں کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ اسی کبریائی کا اگر اظہار کریں تو اس کو متکبر کہیں گے۔

مستکبر کسے کہتے ہیں؟

اگر انسان واقعاً بڑا ہو اور اس کے پاس کوئی نعمت ہو اور اس موجود نعمت کا دوسروں کے سامنے اظہار کرے تو یہ انسان متکبر ہو جاتا ہے۔ مستکبر یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو لیکن اظہار کرے کہ میرے پاس ہے۔ جیسے علم نہیں رکھتا لیکن اظہار کرتا ہے کہ میں عالم ہوں، مال نہیں رکھتا لیکن ظاہر یہ کرتا ہے کہ میرے پاس مال ہے۔ کوئی قدرت یا اقتدار نہیں رکھتا لیکن

دوسروں کے سامنے ظاہریوں کرتا ہے کہ گویا اس کے پاس بہت قدرت ہے، یہ مستکبر ہے۔

اظہار کی دو صورتیں

پس کسی چیز کے اظہار کی دو صورتیں ہیں یا وہ موجود ہے یا نہیں ہے اور ہم اس کا اظہار کرتے ہیں جس طرح سے ہمارے معاشرے میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مالی لحاظ سے ضعیف ہیں، ان کے پاس ثروت نہیں ہے۔ لیکن جب باہر آتے ہیں تو بڑے کرّوفر کے ساتھ آتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ بہت ہی ثروت مند آدمی ہے۔ مال نہیں ہے لیکن مال کا اظہار کرتے ہیں، ثروت نہیں ہے لیکن ثروت کا اظہار کرتے ہیں۔

ریاکار اور مستکبر

عبادت، اظہارِ عبودیت کو کہتے ہیں لیکن اس عبودیت کے اظہار کو جو خود انسان کے اندر موجود ہو۔ واقعاً انسان عبد ہو اور صرف خدا کے سامنے اس عبودیت کا اظہار کرے تو اس کو عبادت کہیں گے لیکن اگر اظہار کرے، مگر لوگوں کے سامنے تو اُسے ریاکار کہیں گے۔

ہر چیز کو خبروں کی طرح سننا

ہم لوگ عادی ہیں، فارسی میں عادی کو معتاد کہتے ہیں، معتاد یعنی جس کی عادت بن گئی ہے۔ جیسے ہماری خاص اسلوب و ایک خاص انداز سے باتیں سننے کی عادت ہے، جس طرح خبریں سنتے ہیں۔ ہر چیز کو خبروں کی طرح سننے کی عادت ہے۔ پس دین بھی خبروں کی طرح سننے کے عادی ہو چکے ہیں، جس طرح ایک نیوز کاسٹر ہوتا ہے، اسی طرح ایک دین کاسٹر ممبر پر آکر دین کاسٹ کرتا ہے اور ہم بھی جو کام کی خبر ہو اس پر کان دھرتے ہیں اور جو کام کی نہیں ہو اس میں دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں کہ ہاں سنایئے آج منڈی کا بھاؤ کس طرح تھا؟ ایسے ہی ہوتا ہے، جو کام کی خبر ہوتی ہے اس پر کان دھرتے ہیں۔

سننے کے عادی، سمجھنے سے دوری

جوں ہی فلسطین کے شہداء کی خبر آتی ہے تو ہم پھر روزے کی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ آج بڑا سخت روزہ لگا یا کشمیر کی کوئی خبر ہو تو ایسے ہی ہوتا ہے چونکہ یہ خبریں سن سن کر اکتا گئے ہیں کہ کام کی نہیں ہیں۔ نیوز، خبریں ایسی ہوتی ہیں جو نیوز کاسٹر آکر پڑھ کر سنا دے اور ہم سن لیں تو مسئلہ حل ہو جاتا

ہے چونکہ خبروں میں سمجھنے کی کوئی چیز نہیں ہوتی، سب سننے کی ہوتی ہیں، خبر ہوتی ہی سننے کے لئے ہے، سمجھنے کے لئے نہیں ہوتی لیکن علم، دین، قرآن، عبادت، یہ سب سمجھنے کی چیزیں ہیں، فقط سننے کی نہیں ہیں۔

مبارک مہینے میں حقیقت سمجھنے کی فرصت

ماہِ رمضان ہمارے پاس بہترین فرصت ہے، یہی عمل جو ہم اس مہینے میں انجام دے رہے ہیں، ہم اس کی روح کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ عبادت کا معنیٰ ہے اظہارِ عبودیت و اظہارِ بندگی۔ اگر انسان عبد ہو، اس کے اندر عبودیت ہو اوراس عبودیت کا اظہار بھی اپنے رب کے سامنے کرے تو اس کو عبادت کہیں گے لیکن اگر عبد نہ ہو اوراظہار کرے تو اس کو ریاء کہتے ہیں۔

عابد اور عبادت کی لذت

عبد اگر واقعاً عبد و بندہ ہو اور اگر اس کے اندر بندگی موجود ہو اور وہ اس کا اظہار کرے تو یہ عبد ہے اور اس کا عمل عبادت ہے۔ بس روحِ عبادت یعنی اظہارِ بندگی ہے۔ بندگی اظہار کرنے کے لیے عبودیت کی ضرورت ہے۔ عبودیت کیا چیز ہے؟ اگر عبادتوں سے لذّت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو معلوم ہونا چاہیے کہ عبادتیں کب لذّت دیتی ہیں اور کب بوجھ ہوتی ہیں؟ اگر

روحِ عبادت و روحِ روزہ معلوم ہو جائے تو ہم خدا سے آرزو کریں گے کہ عمر بھر روزے ہونے چاہییے اور ہماری بھی حالت وہی ہو گی جو امام زین العابدینؑ کی ہوتی تھی۔

افراد کی غلامی سے بدتر نظام کی غلامی

عبد کس کو کہتے ہیں؟ اردو میں اس کا متبادل لفظ غلام استعمال کیا جاتا ہے لیکن شاید عبد کا معنی سمجھانے کے لیے تنہا غلام کافی نہیں ہے. عبد اور عبودیت کو تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے۔ عبد یعنی جس کا کچھ بھی نہ ہو، جو کسی بھی چیز کا مالک نہ ہو، جو کسی چیز کو اپنا نہ سمجھے اور اس کی کوئی چیز نہ ہو۔ کسی زمانے میں انسانوں میں غلامی کا نظام تھا، غلام بن کر انسانوں کو بیچتے تھے۔ اگرچہ آج بھی غلامی کا نظام ہے اور آج بھی بدترین نظامِ غلامی ہے اور افراد کی غلامی سے کہیں زیادہ خطرناک نظام کی غلامی ہے، جو ابھی بھی ہے لیکن یہ کسی زمانے میں ابتدائی قسم کی تھی جبکہ آج بہت پیچیدہ نظامِ غلامی ہے۔

کیا انسان کسی بھی چیز کا مالک بن سکتا ہے؟

آج بھی انسان، انسانوں کے غلام ہیں۔ آج قومیں ایک پورے ملک یا ایک طبقے یا ایک گروہ کی غلام ہیں۔ غلام یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، جو کسی چیز

کا مالک نہ ہو حتیٰ اپنی ذات کا بھی مالک نہ ہو، حتیٰ اپنے اعمال کا بھی مالک نہ ہو، اپنی حرکات و سکنات کا بھی مالک نہ ہو۔ پس اس کو عبد کہتے ہیں جو یہ سمجھتا ہو کہ میرا کچھ بھی نہیں ہے، سب کچھ خدا کا ہے، میں خود خدا کی طرف سے ہو ں، یہ عبد ہے۔ واقعاً ہمارا کچھ ہے! کون سی چیز ہماری اپنی ہے؟ وہ چیز آپ کی اپنی ہو گی جو خود آپ نے اپنے لئے فراہم کی ہے اور وہ جس کے آپ خالق اور موجد نہیں ہیں وہ آپ کی نہیں ہے۔ ہمارا ہستی ہونا! کیا ہم اپنی ہستی کے خالق خود ہیں؟ یہ ہستی ہماری ہے؟ کیا ہم نے خود اپنے آپ کو ایجاد کیا ہے؟ پس یہ ہستی خدا نے ہمیں دی ہے، یہ ہستی ہماری نہیں ہے۔

ہر ایک چیز کا مالک خدا ہے

کیا یہ زندگی ہم نے خود اپنے آپ کو دی ہے؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو زندہ کیا ہے؟ کیا ہم نے اپنے اندر روح پھونکی ہے؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو "حیّ" رکھا ہوا ہے؟ پس یہ زندگی کس نے ہمیں دی ہے؟ یہ زندگی خدا نے ہمیں دی ہے، پس معلوم ہوا کہ زندگی بھی ہماری نہیں ہے۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو صحت مند رکھا ہوا ہے، یہ تندرستی اور جوانی ہم نے خود اپنے آپ کو دی ہے؟ نہیں! یہ سب خدا کی دی ہوئی ہیں۔ پس یہ جوانی بھی ہماری نہیں ہے۔ یہ

بدن، یہ اعضاء وجوارح کوئی بھی ایک عضو ہمارا اپنا نہیں ہے! یہ ہم نے پیدا نہیں کیے، یہ ہماری ایجاد کردہ تو نہیں ہیں!

جب ہم خود بھی اپنے نہیں تو پھر۔۔۔۔۔!

پورے بدن میں غور کریں! اگر پہلے کبھی غور نہیں کیا تو ابھی فرصت سے اپنا جائزہ لیں! اپنے پورے بدن میں، ایک ناخن، ایک بال برابر چیز ایسی ڈھونڈیں جو آپ کی اپنی ہو! جو آپ نے اپنے وجود میں بنائی ہو، آپ نے اپنے بدن میں ایجاد کی ہو۔ یہ سب کچھ کس نے دیا ہے؟ یہ عقل، یہ فہم وفراست، یہ ہوش وتدبیر، یہ سوچ کس نے دی ہے؟ یہ خدا کا ہمارے اوپر لطف ہے. یہ عزّت، یہ ناموس، یہ آبرو، یہ حیثیت، یہ شخصیت، یہ وقار، یہ کس نے دیا ہے ؟ خدا نے۔ پس یہاں کون سی چیز ہماری ہے؟ کیا میں خود اپنا ہوں؟ پس انسان عبد ہے اور اس کا مالک خداوندِ متعال ہے۔

انسان اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا!

"مالکِ یوم الدّین"۔ (سورہ حمد آیت ۴)

خدا ہی مالک ہے اور ایسا مالک کہ جس نے سب کچھ مجھے دے دیا ہے اور حتیٰ ایک بال تک میرا اپنا نہیں۔ اسی وجہ سے ہمیں اجازت بھی نہیں ہے کہ اپنی

انگلی کاٹ سکیں یا ضرورت سے زیادہ ناخن کاٹیں! ہم ضرورت سے زیادہ بڑھا لیتے ہیں لیکن ضرورت سے زیادہ کاٹ نہیں سکتے! کیونکہ یہ اپنے اوپر جنایت ہے، یہ نفس پر جنایت ہے۔ اگر کوئی فیصلہ کرلے کہ میں اپنی انگلی کاٹ دیتا ہوں۔ نہیں کاٹ سکتا! اپنے بدن پر کہیں پر زخم لگانا چاہتا ہوں۔ نہیں لگا سکتا! ایک دانت فالتو ہے میں نکالنا چاہتا ہوں، نہیں نکال سکتا! کیوں؟ یہ میرا اپنا ہے! یہ کس نے کہا ہے کہ آپ کا ہے؟ یہ آپ کہاں سے لائے ہو؟ یہ جو کہتے ہو کہ یہ میرا اپنا ہے تو اس کو کہاں سے لائے ہو! کس دوکان سے! کتنے پیسے دیے ہیں؟ تم نے کہاں بیٹھ کر اپنے لیے یہ ناخن ایجاد کیے ہیں؟ کچھ بھی تمہارا نہیں ہے!

انسان کو اختیار ہے مگر مالک نہیں!

اگر کوئی کہے کہ میں اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں، یہ میری اپنی زندگی ہے۔ آپ سے کیا مربوط؟ لیکن نہیں کرسکتے! اس لئے کہ یہ ہماری زندگی نہیں ہے۔ ہمارے اختیار میں ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ ہماری اور ہم اس کے مالک ہوگئے ہیں! یوں تو نہیں ہے کہ جو چیز ہمارے پاس ہے اس کے ہم مالک ہیں۔ اگرچہ انسان کی خواہش ہے کہ ہر چیز کا مالک بن جائے لیکن ہے

نہیں! یہ سب کچھ خدا نے ہمیں دیا ہے اور یہ امانتِ خدا ہے، نہ کہ ہم اس کے مالک ہیں! ہم خود کُشی نہیں کر سکتے، جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، اپنے بدن کو کاٹ نہیں سکتے، اپنے آپ کو زخمی نہیں کر سکتے۔ چونکہ یہ ہماری چیزیں نہیں ہیں۔

ھیومن رائٹس (human rights) کی حقیقت

دین اور لبرلزم میں کتنا فرق پایا جاتا ہے! کہتے ہیں انسانی آزادی و نسوانی آزادی ہونی چاہیے! آزادی سے کیا مراد ہے؟ کہتے ہیں آزادی سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق و رائٹس ہیں، آپ فرائض کی بات نہ کرو، واجبات کی بات نہ کرو! انسان کے حقوق ہیں، یہ حق انسان کے لیے کہاں سے پیدا ہو گیا؟ اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی آبرو پر تجاوز کرے تو اس کو سزا ملنی چاہیے لیکن ایک شخص اپنی رضایت سے اپنی آبرو فروخت کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ یہ کر سکتا ہے؟ اگر خریدار اور بیچنے والا دونوں راضی ہیں۔ ناموس کی خریداری، خود فروشی، تن فروشی اگر کوئی کرنا چاہے تو کیا یہ کر سکتا ہے؟ نہیں کر سکتا! کیوں؟ اس لئے کہ یہ ناموس ہماری نہیں ہے اور ہم ناموس کے مالک نہیں ہیں، ہم اپنی عزت کے مالک نہیں ہیں۔ عورت ہو یا مرد! اگر تن

فروشی کرنا چاہے اسے حق نہیں پہنچتا۔ چونکہ یہ ہمارا نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے پاس امانت ہیں

اپنی بندگی اور کچھ نہ ہونے کا اعتراف

پس انسان تلاش کرے اور یہ سمجھے کہ وہ کیا ہے؟ اللہ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر انسان اس حقیقت تک پہنچ گیا کہ میرا کچھ بھی نہیں تو یہ عبد ہو جاتا ہے، یہ عبودیت و بندگی ہے۔ اب اس کے اظہار کی باری آجاتی ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں، میرا کچھ بھی نہیں، یہ جو میرا کچھ بھی نہیں ہے اس کا اب ظاہر کرو، کیسے اظہار کرو؟ پہلے وضو کرو، طہارت، پاکیزگی، نظافت پھر قبلہ رخ مصلیٰ عبادت پر کھڑے ہو کر اظہار کرو، نیت کرو، قُربِ خدا کی نیت کر کے دونوں ہاتھ اٹھاؤ۔ تکبیرۃ الاحرام، اللہ اکبر! اللہ اکبر کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاؤ۔ اس ہاتھ اٹھانے کو شریعت کی زبان میں رفعِ یدین کہتے ہیں۔

پاکیزگی کے ماحول میں اپنی عاجزی کا اظہار

رفعِ یدین میں ید ایک ہاتھ، یدین دو ہاتھ۔ رفع اٹھانے کو کہتے ہیں پس "رفعِ ید" یعنی دستبردار ہو جانا، ہاتھ اٹھالینا، جیسے آپ کہتے ہیں کہ آغا میں اس سے

دستبردار ہوتا ہوں۔ "رفعِ ید" اسی کو کہتے ہیں۔ "رفعِ ید" ایک ہاتھ اٹھانے کو جب کہ دونوں ہاتھ اٹھالینا "رفعِ یدین" ہے کہ جب انسان خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہوا ہو، پہلے پاکیزہ ہو چونکہ بارگاہ خدا میں آلودہ نہیں آنا ہے بلکہ پاکیزگی دل کے ساتھ، پاکیزگیِ بدن کے ساتھ، پاکیزگیِ لباس کے ساتھ، پاکیزگیِ روح کے ساتھ، پاکیزگیِ تن کے ساتھ، پاکیزگیِ خیال کے ساتھ، پاکیزگیِ مکان کے ساتھ، اس طہارت و پاکیزگی کے ماحول میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ! زن ہو یا مرد فرق نہیں پڑتا، اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سب سے پہلے کہو اللہ اکبر!

بارگاہِ الٰہی میں ہر چیز سے ہاتھ اٹھالو!

ہاتھ اٹھا لو! کیوں اٹھائیں؟ یعنی اے پروردگار! اے خدائے کبیر! اے خدائے باعظمت! اے خدائے جمیل! اے خدائے سراپا جمال! اے کبریائے محض! اے حُسنِ محض! اے محرمِ محض! اے شفقتِ محض! اے کرمِ محض! میں دستبردار ہوں، میرا کچھ بھی نہیں، میں پوری دنیا سے دستبردار ہوں، میں پوری ہستی سے دستبردار ہوں، میں اپنے وجود سے دستبردار ہوں، میں کسی چیز کا مالک نہیں۔ نہ میں اپنی اولاد کا مالک، نہ اپنی

زوجہ کا مالک، نہ اپنے گھر کا مالک، نہ میں اپنے مال کا مالک، یہ سب تیری چیزیں ہیں، سب کا مالک تو ہے۔ اللہ اکبر! تیری کبریائی کے سامنے میں دستبردار ہو ں، میں نے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔

ہر روز دستبردار ہونے کی مشق

جب آپ عدالت میں دستبردار ہو جاتے ہیں، قاضی کے سامنے کوئی کسی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے! رضاکارانہ طور پر ہم دستبردار ہو جاتے ہیں کہ میں دستبردار ہوں۔ ایک دفعہ دستبردار ہو کر دوبارہ پھر ہاتھ رکھنا درست نہیں ہے، ایک دفعہ آپ گاڑی سے دستبردار ہو گئے کہ یہ گاڑی میری نہیں ہے۔ باہر نکل کر پھر اس کے اسٹیرنگ پر بیٹھ جائیں، جب دستبرداری کا اعلان کر دیا تو پھر دستبردار ہو گئے اور یہاں کیا کہا گیا ہے؟ یہ کہ دن میں پانچ دفعہ یہ تکرار کرو، دن میں پانچ دفعہ یہ اعلان کرو۔ یہ واجب تکبیرۃ الاحرام ہے اس کے علاوہ مستحب تکبیرات الگ ہیں۔

احساسِ مالکیت ختم کرنے کا اظہار

واجب تکبیرات یعنی دن میں پانچ دفعہ ہم پر واجب ہے کہ دستبردار ہو جائیں، دستبرداری کا عمل تکرار کریں۔ چونکہ ممکن ہے ایک نماز سے

دوسری نماز تک ہمیں احساسِ مالکیت ہونے لگے۔ دو نمازوں کے وقفے میں ممکن ہے ہم اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگے۔ دستبردار ہوجانا، یہ اظہارِ عبودیت، اظہارِ بندگی ہے کہ اے پروردگار! میرا کچھ بھی نہیں ہے، میں کچھ بھی نہیں ہوں، سب کچھ تیرا ہے، تو ہی ہر چیز کا مالک ہے۔

ماہِ رمضان، اظہارِ بندگی کی بہترین فرصت ہے

ماہِ رمضان میں ہمارے پاس بہت زیادہ فرصت ہے کہ ہم اس دنیا میں جائیں اور امامتِ سید الساجدینؑ میں عبادت کریں۔ انسان جب خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو دستبردار ہوتا ہے۔ کتنا دستبردار ہو؟ کتنا ہاتھ اٹھائے؟ کس کس سے ہاتھ اٹھائے اور کیا کہے؟ صحیفہ سجادیہ اٹھا کر دیکھیں کہ کس حد تک امامؑ بارگاہِ خدا میں جاکر دستبردار ہوئے۔

بارگاہِ الٰہی میں آنے کے لیے دستک دو

"اَنا اَقلُّ الاَقلّین وَاَذلّ الاَذلّین و مَثَلُ الذّرّۃ اَو دُونھا"

اے پروردگار! میں کچھ بھی نہیں، میں ان میں جو کچھ بھی نہیں ہیں ان میں بھی ایک ذرّہ ہوں، میں تیری بارگاہ میں کچھ بھی نہیں، سب عظمت و کبریائی

تیری ہے، سب کچھ تو ہے، یہ عبادت کی روح ہے۔ صرف قبلہ رخ کھڑے ہو کر دو سجدے کر لینا اور قرآت ٹھیک کر لینا اور اذکار و رکوع و سجود بجا لانا عبادت کا صرف صدف ہے جبکہ گوہر یہ ہے کہ انسان اور اللہ کے مابین کوئی حائل نہ ہو۔ نیت کرو! قربۃ الی اللہ کہ اے پروردگار! میں آگیا، یعنی دستک دو کہ میں آگیا۔

"عَبدُکَ بِبابِک وَعُبَیدُکَ بِبابِک"

اے پروردگار! تیرا بندہ، یہ صغیر، یہ حقیر تیرے دروازے پر آگیا ہے، اپنی رحمت کا در کھول۔ در کھل گیا۔ کیا کہتے ہو؟ سب سے پہلے میں دستبردار ہوتا ہوں "اللہ اکبر"۔ اب انسان دالانِ عبودیت میں چلا گیا۔ انہی عبادتوں میں سے ایک روزہ ہے۔

روزہ اظہارِ بندگی کا بہترین مظہر

روزہ بھی ایک عبادت ہے، گوہرِ روزہ عبودیت و بندگی ہے، فاقہ کو روزہ و صیام نہیں کہتے۔ فاقہ یعنی کچھ نہ کھانا و پینا۔ یہ تو روزہ نہیں ہے۔ روزہ کے لیے طلوعِ فجر سے پہلے نیت کرو! نیت کرو کہ پروردگار کی خاطر، اللہ کے حکم سے میں بندگیِ پروردگار کرتا ہوں۔ نیت یعنی دستک، ہر سحر کو اٹھ کر درِ الٰہی پر

دستک دو کہ اے پروردگار! یہ بندۂ گنہگار تیرے دَر پر حاضر ہے۔ دروازہ کھل گیا۔ کیا چاہتے ہو؟ عبودیت و بندگی! سب سے پہلے اظہارِ عبودیت و بندگی کرو لیکن کس طرح سے!

مناجاتِ شعبانیہ میں فلسفۂ روزہ کا بیان

ماہِ رجب و ماہِ شعبان، ان دو مہینوں کے بھی مخصوص آداب، احکام اور دعائیں ہیں اور خوش نصیب و خوش قسمت ہیں جو رجب و شعبان کے آداب بجالاتے ہیں اگرچہ اس کے فراوان آداب ہیں۔ روایت میں بھی ہے کہ محشر کے دن ایک نداء لگائی جائے گی اور پکارا جائے گا اَینَ الرَّجبیُّون!

اہلِ رجب کہاں ہیں؟ اور اس طرح ماہِ شعبان کی دعاؤں میں سے ہے "مناجاتِ شعبانیہ" (البتہ سال بھر اس کو پڑھ سکتے ہیں لیکن مخصوص ماہ شعبان سے ہے)۔ ان مناجات کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام معصومینؑ نے ان مناجات کو پڑھا ہے۔ بعض دعائیں ایسی ہیں جو ایک معصومؑ سے منقول ہیں لیکن مناجاتِ شعبانیہ کو تمام چہاردہ معصومینؑ نے پڑھا ہے۔ اس مناجاتِ شعبانیہ میں انسان خدا کے ساتھ نجویٰ کرتا ہے۔ چونکہ ماہِ رمضان، ماہِ دعا ہے، خدا کے ساتھ کلام کا مہینہ ہے پس انسان پاکیزگی و طہارت کے

ساتھ اللہ کے ساتھ کلام کرے ،پس فلسفہِ رمضان، مناجاتِ شعبانیہ میں ہے، حکمتِ روزہ ،مناجاتِ شعبانیہ میں ہے، جب یہ مناجات اوج پر جاکر پہنچتی ہیں۔

خدا سے نجویٰ میں انقطاع کی طلب

مناجات یعنی نجوٰی و سرگوشی جبکہ دعا کہتے ہیں دور سے بلانے کو۔ عربی میں اگر کسی کو دور سے بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں دعا اور اگر کان میں کوئی بات کہے یعنی سرگوشی، اسے کہتے ہیں نجوٰی، اس مناجات میں معصومؑ خدا کی بارگاہ میں اس طرح دست بدعا ہیں۔

"اِلٰہِی ھَب لِی کَمالُ الاِنقِطَاع اِلَیک"

اے پروردگار! مجھے اپنی ذات کی طرف اس طرح سے متوجہ کر کہ تیرے علاوہ ہر چیز سے رشتہ کاٹ کر فقط تجھ سے رشتہ جوڑلوں، مجھے اس طرح سے بنادے کہ ہر چیز سے میرا ناتا کاٹ دے، ہر چیز سے میرا رشتہ کاٹ دے، یہاں قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ رشتے، رابطے اور تعلقات کہاں ہوتے ہیں؟ تعلقات کا مرکز دل ہے، روابط کا مرکز دل ہے۔ جو رابطے کاٹنے کے لئے کہا

گیا ہے وہ رابطے ظاہری رابطے نہیں ہیں، جسمانی رابطے نہیں ہیں بلکہ دل کے رابطے ہیں، ہماری گرہیں دل میں لگی ہوئی ہیں۔

خدایا! اپنے علاوہ ہر چیز سے رابطہ کاٹ دے

اے پروردگار! اس دل کا رابطہ اپنی ذات کے علاوہ ہر چیز سے کاٹ دے تاکہ دل فقط تیرے لیے ہو جائے۔ چونکہ

"قَلبُ المُؤمِنِ عَرشُ الرَّحمٰن" (بحار الانوار ج ۵۵ ص ۳۹ باب ۴)

مومن کا دل خدا کا عرش ہے۔

"اَلقَلبُ حَرَمُ اللہِ فَلا تسکن حَرَم اللہِ غَیرَ اللہ"۔ (بحار الانوار ج ٦٧ ص ۲۵ باب ۴۳)

دل خدا کا حرم ہے۔ اے انسان! تیرا دل خدا کا حرم ہے۔ اس حرمِ الٰہی میں غیرِ خدا کو نہ آنے دے، نامحرم کو نہ آنے دے۔ کیوں کہ یہ دل صرف خدا کے لیے ہے۔ یہ دل مُنقطع ہوتا ہے، اس کا رابطہ کٹتا ہے۔ اور صرف خدا کے ساتھ اس کا تعلق برقرار ہوتا ہے۔ انسان یہ آرزو شعبان میں خدا سے کرتا ہے۔

"اِلٰہِی ھَب لِی کَمالُ الاِنقِطَاعِ اِلَیک" (بحار الانوار ج ۹۱ ص ۹۸ باب ۳۲)

جب انسان پہلی رمضان کا چاند دیکھتا ہے تو مومن کی دعا سن لی جاتی ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ سے مانگا تھا کہ میں تیرا رابطہ ہر چیز سے کاٹ دوں، تو اب وہ فصل، وہ موسم آگیا ہے کہ جس میں ہر چیز سے تیرا رابطہ کٹ کر فقط تیرا دل خدا سے مرتبط رہے گا۔ اب تیرے دل میں وہی آجائے گا جس کا یہ دل ہے، عرش پر صاحب عرش آجائے گا۔ چونکہ باقی گیارہ مہینے تو نے ہر چیز سے تعلق لگایا لیکن ماہِ رمضان انقطاع کا مہینہ ہے، تمام تعلقات کاٹ کر فقط خدا سے مرتبط ہونے کا مہینہ ہے۔ یہ تعلقات کس طرح سے کاٹیں؟ ظاہر سے شروع کیا ہے۔ پہلے وہ قوتیں جو دن بھر مرتبط ہیں، جن کی مدد سے تیرا ذہن مرتبط ہوتا ہے اور تو ہر چیز سے رابطہ رکھے ہوئے ہے، پہلے ان قوتوں کو بند کر، اپنے حواس کو منقطع کر، اپنے حواس کا تعلق دوسروں سے کاٹ اور فقط خدا کے ساتھ تعلق برقرار کر۔

غیرُ اللّٰہ سے رابطے کاٹنے کی بہترین مشق

کھانا چھوڑ دینا یہ ایک علامتی (symbolic) حرکت ہے۔ اپنا حلال کا کمایا ہوا کھانا نہیں کھاؤ، حلال کا پانی نہیں پیو، تُو ایک معین مدت کے لیے یہ کام چھوڑ دے۔ کیوں چھوڑ دوں؟ میرا اپنا ہے، میرا حلال کا ہے، مجھے بھوک لگی ہوئی

ہے، بدن کی ضرورت بھی ہے۔ نہیں! یہ اپنی چیز کھانا چھوڑ دے۔ کیوں چھوڑ دے؟ یہ رابطہ کاٹنے کی ایک علامتی (symbolic) حرکت ہے۔ یعنی ایک لقمے سے اپنا رابطہ کاٹ دے۔ یہ ایک مشق ہے، پہلے یہ کرو۔ اگر تو نے ایک لقمے سے اپنا ناتا کاٹ لیا تو معلوم ہوا کہ پوری روٹی سے بھی رابطہ کاٹ سکتا ہے۔ اگر تو نے پوری روٹی سے رابطہ کاٹ دیا تو معلوم ہوا پوری بوری سے بھی رابطہ کاٹ سکتا ہے اور اگر بوری سے تیرا رابطہ کٹ گیا تو معلوم ہوا پورے کھیت سے بھی رابطہ کاٹ سکتا ہے۔ یہ ایک لقمہ چھڑوانا در حقیقت یہ اِنقطاع کی مشق کروائی جارہی ہے۔ آخر ہم کیسے رابطہ توڑیں؟ کس طرح سے اپنا رابطہ فقط خدا سے رکھیں؟ مشق کرو! ایک گھونٹ پانی کا نہ پیو! اگر پانی کے ایک گھونٹ سے منقطع ہو گئے تو معلوم ہوا اور چیز سے منقطع ہو سکتے ہو۔ اس کے اندر حکمت ہے۔ اب ایک ایک کر کے رابطہ کاٹیں۔ اگرچہ ابھی انسان کی زمام، انسان کی عادتوں کے اختیار میں ہے۔

قانونی چور و غیر قانونی چور

حدیث میں ہے کہ سب سے بڑا چور وہ نہیں ہے جو بازار سے چیزیں چُراتا ہے یا لوگوں کے گھروں سے چیزیں اٹھالیتا ہے۔ بلکہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو

عبادتیں چُراتا ہے۔ چوری کے قانونی طریقے بھی موجود ہیں جو پوری دنیا کو نہیں آتے وہ چوری کے قانونی طریقے صرف پاکستان میں رائج ہیں۔ کچھ لوگ بینک لوٹتے ہیں یہ غیر قانونی طریقے سے بینک لوٹتے ہیں، پولیس ان کو پکڑ لیتی ہے لیکن جو قانوناً بینک لوٹتے ہیں ان کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ یہ بڑے بڑے ڈیفالٹر (defaulter) آج کوئی منسٹر بنا ہوا ہے، کوئی ایم این اے بنا ہوا ہے، کوئی کیا بنا ہوا ہے۔ یہ سب ملک کے لٹیرے، بینکوں کے لٹیرے، قوم کے لٹیرے ہیں، سب نے لوٹ کا مال کھایا ہوا ہے اور ہمارے حکمران بھی بنے ہوئے ہیں۔ کروڑوں اور اربوں، کھربوں کے حساب سے ملک لوٹ کر پھر بھی باعزّت بنے ہوئے ہیں، پھر بھی معزز و محترم ہیں اور وہ بیچارہ جو دو روپے لوٹتا ہے تو پولیس بھی اس کو مارتی ہے، عدالت میں بھی اس پر کیس چلتا ہے، آخر میں اس کو جیل میں بند کر دیتے ہیں اور اس کی ساری ہستی نابود کر دیتے ہیں لیکن یہ معزز لٹیرے، یہ لوٹ کر اور زیادہ عزّت پاتے ہیں۔

دین میں سب سے بڑا چور

مگر سب سے بڑا لٹیرا وہ ہے جو عبادتیں لوٹتا ہے۔ عبادت بھی دو طرح سے لوٹی جاتی ہیں۔ ڈاکو، چور دو طرح سے عبادتوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے، سِرقتِ

عبادات، ایک قانونی ہے اور ایک غیر قانونی۔ غیر قانونی چور تو آپ نے بہت دیکھے ہیں۔ غیر قانونی چور جو اصلاً روزہ رکھتے ہی نہیں ہیں، ڈٹ کر کھاتے ہیں، سرِعام کھاتے ہیں۔ اصلاً سِرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ اس پر سالانہ ٹوٹل پانچ روپے خُمس بنتا ہے، وہ بھی دبا کر رکھ لیتا ہے، وہ بھی نہیں دیتا۔ پھر کہتا ہے میرے پانچ روپے سے دین کا کون سا نقصان ہو گیا؟ نہیں! دین کا کوئی نقصان نہیں ہوا، اگر آپ کی پوری نسلیں بھی خمس نہ دیں تو بھی دین کا کام چل رہا ہے اس لیے کہ دین تمہارا محتاج نہیں ہے۔

خمس و زکوۃ نظامِ عبادیِ اسلام ہے

خمس عبادت میں سے ہے، زکوٰۃ عبادات میں سے ہے۔ بعض غلطی سے اس کو نظامِ معیشت سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات ہم خود ایسی باتیں کرتے ہیں کہ لوگ دین سے بھاگ جائیں۔ جب اسلام کا نظامِ معیشت پیش کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ خمس اور زکوٰۃ و صدقات ملک چلاتے ہیں۔ صدقات سے ملک چلانے کے معنی کیا ہیں؟ یعنی پہلے ساری رعایا کو فقیر بناؤ، مستحق خمس و زکات و صدقات بناؤ پھر ان کا ماہانہ باندھ دو کہ اس وقت اس کو اتنی زکوٰۃ، اس کو اتنا صدقہ دیا جائے، آخر صدقات سے تو ملک نہیں چلتا۔ خمس و زکوٰۃ

نظامِ معیشتِ اسلام نہیں ہے۔ وہ جدا ہے، یہ نظامِ عبادی ہے۔ خمس و زکوٰۃ عبادتِ مالی ہے، یہ نظامِ عبادی ہے، نہ کہ نظامِ معیشت۔

عبادات میں قانونی و غیر قانونی چھوٹ

سب سے بڑی چوری عبادتیں چُرانا ہے۔ کچھ قانونی طریقے سے چُراتے ہیں، کچھ غیر قانونی طریقے سے۔ جیسے حج پر جاتے ہیں، جو حج پر مُشرف ہوئے ہیں ان کو معلوم ہے، جو نہیں ہوئے ان کو خدا توفیق دے کہ سب زیارت خانہِ خدا سے مشرف ہوں۔ وہاں جا کر کیا کیا کرتے ہیں؟ وہاں بھی عبادت چُرانے کا ایک عجیب منظر ہوتا ہے، قانونی اور غیر قانونی طریقے سے دوڑ لگی ہوتی ہے لیکن وہاں چونکہ پیسہ لگا کر گئے ہوتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ سارے کام قانونی طور پر کریں، غیر قانونی نہیں کرتے۔ جیسے روزے سے جان چھڑانے کے لئے سفر کرو، یہ قانونی لوٹ ہے۔ یہ وہی ہیں جنھوں نے ملک کو قانوناً لوٹا ہے اور بنک لوٹے ہیں، ان کو کوئی نہیں پوچھے گا۔

روزے کی حکمت سے لاعلمی

توضیح المسائل میں بھی لکھا ہے کہ روزہ نہ رکھنے کے لئے جائز ہے کہ گھر سے باہر نکل جاؤ، حدِّ ترخّص سے، پھر واپس آجاؤ، بس تم مسافر ہو۔ قانونی طریقے

سے عبادت ختم لیکن اس کو نہیں معلوم کہ عبادت سے جی چرا کر اس نے اپنا کتنا نقصان کیا ہے؟ یہ عبادتیں کس لیے ہیں، یہ عبادتیں انسان کے تزکیہ کے لیے ہیں۔ روزہ کیوں ہے؟ روزہ روح کو موزوں کرنے کے لیے ہے، نہ کہ جسم کو۔ ممکن ہے جسمانی طور پر نقصان ہوتا ہو۔ روزے کی حالت میں بہت سارے مواد کی کمی آجاتی ہے، جیسے غذائی کمی آجاتی ہے، وٹامنز کم ہو جاتے ہیں، کچھ پروٹین کم ہو جاتے ہیں۔ ہو جائیں! روزے کے معنی یہ تو نہیں کہ بدن کو کچھ بھی نہ ہو! ممکن ہے جسمانی طور پر تھوڑا سا نقصان بھی پہنچے۔

روزہ، عادات کی اسارت سے رہائی

روزے کے اسرار و رموز میں سے ایک سِرّ یہ ہے کہ ہم غلامِ عادات ہیں، ہم اپنی عادتوں کے اسیر ہیں۔ ہماری زمام ہماری عقل کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہماری زمام، ہمارے اعضا و جوارح، ہماری حرکات و سکنات، شریعت و فقہ و اسلام کے ہاتھ میں بھی نہیں ہیں بلکہ یہ سب عادات کے اسیر ہیں۔ ہم عادتوں کے غلام ہیں۔ لہٰذا بہت سارے کام ہمیں عادتیں کرواتی ہیں۔ عادت کے تحت نماز پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اپنا حُسن بیان کر رہے ہوتے ہیں کہ جس دن ہم نماز نہیں پڑھتے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز گُم ہو گئی

ہے۔ واقعاً گم ہو گئی ہے! چونکہ آپ کی عادت تھی اس ٹائم پر اوپر نیچے ہونا اور نہیں ہوئے، تو کوئی چیز گم لگتی ہے! ابھی بیٹھ کر اوپر نیچے ہو لو تو پھر واپس آ جائے گی، پتہ چل جائے گا جو چیز گم ہوئی تھی۔

ہم عادات کے کتنے اسیر ہیں

ایک آدمی کی عادت ہے تسبیح ہاتھ میں رکھ کر اس سے کھیلنا اب تسبیح کہیں بھول آیا یا بچے نے باپ کی جیب سے نکال لی۔ اب والد صاحب مجلس میں آئے، جیب میں ہاتھ ڈالا تو تسبیح نہیں ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ کوئی چیز کم ہے۔ چونکہ عادت تھی جو ابھی نہیں پوری ہو رہی۔ کسی کی عادت تھی سگریٹ پینا، سگریٹ نہیں مل رہی، دنیا تاریک ہے۔ کسی کی عادت ہے چائے پینا اگر اُسے چائے نہیں مل رہی تو اسکی دنیا تاریک ہے۔ کسی کی عادت ہے پان کھانا، نسوار کھانا، گٹکا و کتھا کھانا، یہ ہماری عادتیں ہیں۔ یہ عادت پوری نہیں ہوتی، لگتا ہے کوئی خلا ہے، ہمارے اندر کوئی کمی ہے۔ ہم اپنی عادتوں کے اسیر ہیں، ہم سے اچھے کام بھی عادتیں کرواتی ہیں، بُرے کام بھی عادتیں ہی کرواتی ہیں۔ ہم عادتوں کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

اختیار شعور کے ہاتھ میں ہو، نہ کہ عادات کے

یہ نشئی جو منشیات کے عادی ہیں، انکی مشکل بھی یہی ہے، ان کو بھی پتہ ہے کہ ہم تباہ ہو رہے ہیں۔ مالی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی تباہ ہو رہے ہیں اور روحی و خاندانی طور پر بھی تباہ ہو رہے ہیں، اخلاقی لحاظ سے بھی اور سماجی طور پر بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ اس تباہی کا انہیں پورا ادراک ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ عادت ہے، ہم عادت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ اگر ایک آدمی کے منہ پر لگام باندھ کر اس کی لگام عادت کے ہاتھ میں دے دیں تو عادت کو تو عقل و شعور نہیں ہے، عادت تو اس کو ذلیل کرے گی، پورے بازار میں رسوا کرے گی۔ اسیر عادات بدترین اسارت ہے۔ عادتوں کے قیدی، بدترین قیدی ہیں۔ پس ہماری لگام کس کے ہاتھ میں ہو؟ عقل کے ہاتھ میں، شعور کے ہاتھ میں، خدا کے ہاتھ میں۔ ہم خود کیا کریں؟ اس کے لئے کیا ہونا چاہیے؟ ہم کیسے اپنی عادتوں کے اختیار سے نکل کر اپنی زمام اپنی عقل کو سونپ دیں؟

معاشرے میں عادات کی آفات

آپ خود بخوبی اس نکتے کو ادراک کرسکتے ہیں کہ ہم کس طرح عادات کے اسیر ہیں؟ خصوصاً اپنی اپنی عادتیں سب کو معلوم ہیں۔ باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ یہ سگریٹ چھوڑ دو، وہ کہتا ہے چھوڑ رہا ہوں۔ زوجہ میاں کو کہتی ہے سگریٹ چھوڑ دو، وہ کہتا ہے بس چھوڑ رہا ہوں۔ بیوی چھوڑ دیتا ہے سگریٹ نہیں چھوڑتا۔

عادتیں اولاد سے والدین چھڑا دیتی ہیں، عادتیں عزیز و رشتے دار چھڑا دیتی ہیں۔ جن کو خدانخواستہ رشوت خوری کی عادت پڑی ہوئی ہے، جن کو سودخوری کی عادت ہے، جن کو جھوٹ کی عادت ہے۔ بہت سارے کام واقعاً ہمارا جی نہیں چاہتا کہ کریں لیکن ہم سے عادتیں کروا دیتی ہیں۔ بعض افراد ان عادتوں کے اختیار میں، ان کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ پابندِ سلاسلِ عادات ہیں، کیا کریں؟ ان کی رہائی کے لیے کیا کریں؟ ان کی آزادی کے لیے کیا کریں؟ عادات سے کیسے جان چھڑائیں؟ خداوندِ تبارک و تعالیٰ نے کیسا انتظام کیا ہے؟

روزہ، آزادیِ اسارت کا بہترین نسخہ

روزے کی ایک حکمت، روزے کا ایک فلسفہ اس اسیر کو جو عادات کے ہاتھوں رسوا ہو چکا ہے۔ عادات کے ہاتھوں اسیر ہے اس کو نجات دے کر آزاد کرنا، حرّیت عطا کرنا اور اس کی زمام خود اس کی عقل و خرد کے ہاتھوں میں تھمانا تا کہ عزّت سے زندگی بسر کرے نہ عادت کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ عادتیں تو انسان کی عزّت نہیں چھوڑتیں۔ آپ نے بھی دیکھا ہو گا سگریٹ کے لئے ماچس مانگتے ہوئے، گدائی کی بھی عادت ہے، کئی ملین بینک میں ہیں لیکن ماچس دوسرے سے مانگ رہا ہے۔ یہ بھی تو گدائی ہے۔ گدائی، گدائی ہے۔ گدا ماچس مانگیں یا سگریٹ اس گداگرانہ عادت سے ہمیں کون چھڑائے؟ روزہ!! سب چھوڑ دو، جب تیس دن اپنی عادتوں کو ترک کرو گے، تیس دن کافی ہوتے ہیں عادت بننے کے لیے بھی اور عادت چھوڑنے کے لیے بھی لیکن اس صورت میں کہ جب حکمت اور فلسفہ اور سِرّ روزہ سے آشنا ہوں۔

رہبرِ کبیر کی اعلیٰ بصیرت کا ایک نمونہ

پس روزہ انسان کو درسِ حرّیت دیتا ہے۔ ماہِ رمضان میں امام خمینیؒ نے آخری جمعہ ماہِ مبارکِ رمضان کا کس کے لئے اعلان کیا؟ آزادیِ قدس کے لئے۔ رمضان کا ہی آخری جمعہ کیوں؟ کسی فارغ مہینے کا آخری جمعہ ہوتا! چونکہ جو نہیں جاتے وہ تو کہتے ہیں کہ آزاد ہو نہ ہو ہماری بلا سے، قُدس ہمارا تھوڑا ہی ہے، یہ تو فلسطینیوں کا ہے اور اب تو پاکستانی حکومت نے اس مسئلے میں بھی سب کو شک میں ڈال دیا کہ یہ یہودیوں کا ہے یا مسلمانوں کا ہے؟ کیوں اس عظیم رہبر نے قبلہِ اوّل کی آزادی کا دن جمعہِ ماہِ مبارک رمضان قرار دیا؟ اس لیے قرار دیا کہ قدس کو وہ آزاد کرا سکتے ہیں جو خود آزاد ہوں غلام کسی کو آزاد نہیں کرا سکتے۔

غلاموں سے آزادی کی بے جا توقع

کشمیر آزاد نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ کشمیر آزاد کرنے پر غلام تلے ہوئے ہیں۔ کشمیر کی آزادی کے لئے غلاموں نے لشکر بنائے ہوئے ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو تو آزاد کراؤ، کشمیر بھی آزاد ہو جائے گا، فلسطین بھی آزاد ہو جائے گا، کعبہ بھی آزاد ہو جائے گا، دین بھی آزاد ہو جائے گا، مسلم بھی آزاد ہو جائے گا،

پاکستان بھی آزاد ہو جائے گا، بشرطیکہ پہلے اپنے آپ کو آزاد کراؤ! آخری جمعہ تک جس نے روزے رکھے ہیں اس نے آزادی حاصل کر لی۔ کس سے؟ ویسے بیسیوں آزادیاں ہیں جو روزہ دیتا ہے، کئی چیزوں سے روزہ انسان کو آزاد کرتا ہے لیکن ان میں سے ایک آزادی عادتوں سے آزادی ہے یہ جو ہم اسیر عادات ہیں۔ اب یہاں پر جو اپنے آپ کو آزاد کرا سکتا ہے وہ دوسرے کو بھی آزاد کرا سکتا ہے، وہ قبلہ بھی آزاد کرا سکتا ہے لیکن جس سے سگریٹ نہیں چھوڑی جا سکتی، آپ اسے کہتے ہو کہ فلسطین آزاد کر واؤ۔ جو گٹکا نہیں چھوڑ سکتا اس کو کہتے ہو کشمیر آزاد کراؤ۔ کوئی کہتا ہے نسوار چھوڑ دو! کہتا ہے نہیں چھوڑ سکتا۔ نسوار سے آزادی حاصل کرو، کہتا ہے نہیں کر سکتا لیکن بندوق اٹھا کر کشمیر آزاد کرانے کے لئے جاتا ہے۔ پہلے اپنے آپ کو تو آزاد کراؤ۔

عید پر روزوں سے نجات کی خوشی

پس ماہِ رمضان انسان کی آزادی کے لیے آیا ہے۔ انسان کو ہر اس چیز سے آزاد کرنے کے لئے جس میں انسان جکڑا ہوا ہے، جس میں انسان اسیر ہے۔ یہ درحقیقت آزادی کا مہینہ ہے، حُرّیت کا مہینہ ہے۔ ہم عید کی خوشیاں کیوں مناتے ہیں؟ بہت سارے اس لیے خوش ہوتے ہیں چونکہ روزے ختم

ہو گئے۔ بیرونِ ملک ایک جگہ پر تھا ،وہاں نمازِ عیدُ الفطر کا اہتمام ہوا اور انہوں نے انگریز کو بلایا، اپنے علاقے کا ایم این اے کو اور اسے بتایا کہ یہ ہمارا مذہبی اجتماع (gathring) ہے، آپ اس کو آکر دیکھیں! وہ بھی بہت خوش ہوا کیونکہ اس کو تو نہیں معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہیں، وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ اتنے ووٹ ہیں۔ جیسے آجکل کے سیاستدان ہمیں انسان نہیں کہتے، وہ کہتے ہیں جی آپ کے ہاں کتنے ووٹ ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ کتنے آدمی ہیں یا کتنے آدمی ہیں جن کو ووٹ کا حق ہے؟ پہلے ہی کہتے ہیں آپ کے ہاں کتنے ووٹ ہیں؟ اصلاً ہم ان کو انسان نظر نہیں آتے، بلکہ ووٹیں نظر آتے ہیں، یہ بھی اپنے ووٹ دیکھنے کے لئے آیا، دیکھا کہ لوگوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں اور بہت خوش ہیں اور ایک دوسرے کو گلے ملتے ہیں۔ تو اس نے پوچھا کہ یہاں اجتماع کس مناسبت سے ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں ماہِ رمضان تھا۔

ہم مسلمان روزے رکھتے ہیں اور روزے رکھنے کے بعد جب چاند نظر آتا ہے اور روزے ختم ہوتے ہیں تو ہم جشن مناتے ہیں، یہ ہمارا فیسٹیول ہے۔ تو اس نے فوراً یہ کہہ دیا کہ آیا یہ جو تم بھوکے رہتے تھے، پیاسے رہتے تھے اور یہ آپ پر پابندی جو دین اور خدا نے لگائی ہوئی تھی، اس سے آزادی مل گئی ہے،

تم اس لیے خوش ہوتے ہو؟ اب ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، چونکہ ظاہر ہے سب کو خوشی تو اسی بہانے سے تھی۔ چونکہ روزہ ختم ہوتا ہے۔

روزہ کھولنے کا الگ لطف ہے

بعض روزہ رکھتے ہیں کھولنے کے لئے۔ چونکہ جو لطف روزہ کھولنے میں آتا ہے اس سے روزے کی ساری سختیاں انسان بھول جاتا ہے۔ ہمارے ایک دوست تھے وہ ٹائی کی مثال دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے دفتر میں ایک شخص تھا جو گرمیوں میں ٹائی کی بہت شکایت کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ پھندہ اور پھانسی ہے۔ تو ہم روز اس کو کہتے تھے کہ بھائی پھر نہ باندھو۔ تو اس نے کہا کہ ہاں، تم صرف اس کی مصیبت کو دیکھتے ہو لیکن انسان شام کو جا کر جب ٹائی کھولتا ہے تو جو مزہ ٹائی کھولنے میں آتا ہے، وہ پھندہ کھولنے میں بہت لطف آتا ہے۔ تو بعض ٹائی باندھتے ہیں رات کو ٹائی کھولنے کے لیے۔ بعض روزہ رکھتے ہیں روزہ کھولنے کے لئے۔ چونکہ کھولنے میں ایک الگ لطف ہے۔ وہ پکوڑے اور وہ سموسے، وہ بھوکے پیٹ کی سختی بھلا دیتے ہیں۔

عید جشنِ آزادی کا دن

ہم بھی عید کے روز رمضان کے ختم ہونے کا جشن مناتے ہیں۔ اگر حقیقت میں دیکھیں تو روزِ عید گریہ کا دن ہے۔ سید الساجدینؑ نے گریہ کیا، اس طرح گریہ کیا جس طرح ایک ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش کو دیکھ کر گریہ کرتی ہے۔ یہ خوشی کسی اور وقت کی ہے، یہ عید کا جشن روزے ختم ہونے کا نہیں بلکہ روزے ختم ہونے کے لیے سوگ ہے۔ یہ کس چیز کا جشن ہے؟ یہ آزادی کا جشن ہے یعنی عید کے دن معلوم ہوا کہ ہم آزاد ہیں۔ جتنی عادتیں تھیں وہ ساری ختم ہو چکی ہیں۔ جس جس کی قید میں تھے آج ہم اس سے آزاد ہو چکے ہیں۔ جو پاؤں میں زنجیریں لگی ہوئی تھیں وہ ساری کُھل گئیں ہیں چونکہ تیس دنوں میں ہم نے اتنی طاقت حاصل کرلی ہے کہ ہم عادتوں کے چُنگل سے آزاد ہوگئے ہیں اور صرف عادتیں نہیں ہیں بلکہ بہت ساری چیزیں اور ہزار زنجیریں ہمارے پاؤں سے بندھی ہوئی تھیں جن سے آزادی کا جشن ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱: ماہِ مبارکِ رمضان کو بنامِ دیگر کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) ماہِ صیام

(ب) ماہِ اطاعت و بندگی

(ج) ماہِ گریہ

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۲: بعنوان "اسرارِ عبادت و فلسفہِ روزہ" میں کون سا موضوع زیر بحث ہے؟

(الف) عبادی پہلو

(ب) فقہی پہلو

(ج) شرعی پہلو

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۳: امام زین العابدینؑ ماہِ رمضان کا استقبال کیسے کرتے تھے؟

(الف) جیسے ہم رمضان کا کرتے ہیں۔

(ب) جیسے خدا کسی بے اولاد کو بہت سالوں بعد اولاد عطا کرتا ہے۔

(ج) کوئی خاص اہتمام نہ کرتے تھے۔

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۴: امام زین العابدینؑ ماہِ رمضان کو کیسے رخصت کرتے تھے؟

(الف) جیسے باپ بیٹی کو شادی پر رخصت کرتا ہے۔

(ب) جیسے پردیس جانے والے کو رخصت کیا جاتا ہے۔

(ج) جیسے بوڑھی ماں، جوان بیٹے کی لاش کو رخصت کرتی ہے۔

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۵: روزے سے کون سے جسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

(الف) روزے سے خون میں چربی کی مقدار کم ہوتی ہیں۔

(ب) شوگر کنٹرول ہو جاتی ہے۔

(ج)وزن مناسب ہو جاتا ہے۔

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۶: میڈیا پر میڈیکل اسپیشلسٹ جو فوائد بتاتے ہیں آیا وہ روزے کی حقیقت ہے یا۔۔۔۔۔۔

(الف)روزے کی حکمت

(ب)روزے کا فلسفہ

(ج)فقط فاقہ نہ کہ حقیقت

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۷: آیا روزہ اور فاقہ ایک ہی چیز ہیں؟

(الف)جی نہیں

(ب)جی ہاں

(ج)کچھ حد تک ایک ہیں۔

(د) تمام جوابات غلط ہیں۔

سوال نمبر ۸: عبادت کا تعلق۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے ہے۔

(الف) جسم سے

(ب) روح سے

(ج) بھوک سے

(د) اعضاو جوارح سے

سوال نمبر ۹: ہر عبادت کے فقہی و شرعی احکام عبادت کا کون سا روپ و پہلو ہیں؟

(الف) باطنی پہلو

(ب) ظاہری پہلو

(ج) عبادی وروحی پہلو

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۰: نماز کو تمام شرائط و آداب سے بجالانا در حقیقت کس چیز کو ایجاد کرنا ہے؟

(الف) عبادت کی روح

(ب) عبادت کے گوہر

(ج) عبادت کے بدن و جسم

(د) الف اور ج درست ہیں

سوال نمبر ۱۱: عبادت سے کیا مراد ہے؟

(الف) اظہارِ حرکت

(ب) اظہارِ اعمال

(ج) اظہار بندگی

(د) اظہارِ برائت

سوال نمبر ۱۲: جسم و روح کو ہم کس چیز سے تشبیہ دے سکتے ہیں؟

(الف) صدف اور گوہر

(ب) صدف اور دُر

(ج) صدف اور موتی

(د) تمام جوابات درست ہیں

سوال نمبر ۱۳: اگر ہم اپنی عمومی دینداری کا مشاہدہ کریں تو کیا ثابت ہو گا؟

(الف) صدف ہاتھ میں لے کر گھوم رہے ہیں۔

(ب) ہماری عبادت میں گوہر موجود ہے۔

(ج) صدف کو سینے سے لگایا ہے جب کہ گوہر اس میں نہیں ہے۔

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۴: خدا کا سخت ترین عذاب کونسا ہے؟

(الف) جو قومِ عاد پر آیا۔

(ب) جو قومِ لوط پر آیا۔

(ج) دل سے لذّتِ عبادت کا ختم ہو جانا۔

(د) انسان کا مصائب اور مشکلات میں گرفتار ہونا۔

سوال نمبر ۱۵: لذّتِ عبادت کیا ہے؟

(الف) صدفِ عبادت

(ب) گوہرِ عبادت

(ج) ظاہری عبادت

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۶: متکبر انسان کسے کہتے ہیں؟

(الف) جو دوسروں کی چیزوں پر نظر رکھے۔

(ب) جو ہر وقت اپنی چیزوں کی تعریف کرے۔

(ج) اپنے مال یا علم یا کسی صفت پر بڑائی کا اظہار کریں۔

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۷: ریاء کسے کہتے ہیں؟

(الف) جو عبد نہ ہو اور اظہار کرے۔

(ب) جو عبد ہو لیکن اظہار نہ کرے۔

(ج) جو عبد ہو اور اظہار بھی کرے۔

(د)جو عبد بھی نہ ہو اور اظہار بھی نہ کرے۔

سوال نمبر ۱۸: عبد کسے کہتے ہیں؟

(الف)جو کسی چیز کا مالک نہ ہو۔

(ب)جسکا کچھ بھی نہ ہو۔

(ج)جو کسی چیز کو اپنا نہ سمجھے۔

(د)تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۹: نماز میں "رَفعِ یَدَین" کرنا کس چیز کی علامت ہے؟

(الف)اللہ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرنا

(ب)دستور طلب کرنا

(ج)اللہ کی کبریائی کے سامنے دستبردار ہونے کی

(د)الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۰: کونسی مناجات فلسفہِ روزہ کو بخوبی بیان کرتی ہے جسے چہاردہ معصومینؑ نے بھی پڑھا ہے؟

(الف) مناجاتِ شاکین

(ب) مناجاتِ امیر المومنینؑ

(ج) مناجاتِ شعبانیہ

(د) مناجاتِ مستغفرین

سوال نمبر ۲۱: نجویٰ سے کیا مراد ہے؟

(الف) دُور سے بلانا

(ب) سرگوشی

(ج) بلند آواز سے پکارنا

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۲: "اِلٰہِی ھَب لِی کَمالُ الاِنقِطَاعِ اِلَیک" مناجات کی اس جملے میں معصومؑ کس سے رابطہ منقطع کرکے کس سے جوڑنے کی بات کر رہے ہیں؟

(الف) دنیا سے منقطع کر کے خود سے جوڑنے

(ب) خود سے منقطع کر کے دنیا سے جوڑنے

(ج) خود سے منقطع کر کے خدا سے رشتہ جوڑنے

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۳: "۔۔۔۔۔ المُؤمِن عَرشُ الرَّحمٰن" حدیث مکمل کریں؟

(الف) قَلبُ

(ب) مَغزُ

(ج) لِسانُ

(د) رَاسُ

سوال نمبر ۲۴: حدیث میں سب سے بڑا چور کسے کہا گیا ہے؟

(الف) جو بازار سے چیزیں چُراتا ہے۔

(ب) تمام لوگوں کے گھروں سے چیزیں چُراتا ہے۔

(ج) جو عبادتیں چراتا ہے۔

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۵: رمضان کے آخری جمعہ ہی کو کیوں آزادیِ قُدس کے لئے قرار دیا گیا ہے؟

(الف) کیونکہ قُدس وہی آزاد کرواسکتا ہے جو خود آزاد ہو۔

(ب) کیوں کہ جمعہ کا دن مبارک ہے۔

(ج) کیونکہ یہ جمعہ عید کے دن سے قریب ہے۔

(د) ب اور ج درست ہیں۔

اسرار عبادت

عبادت، عبودیت سے ہے، عبودیت یعنی بندگی
اورعبادت یعنی اظہار بندگی۔ عبادت کے لیے اپنے
اعمال کے اندر روحِ عبادت اور گوہرِ عبادت ایجاد کرنا
ہے۔ جسم و روح کو آپ صدف سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں
صدف کی ساری قیمت اس کے گوہر و موتی کی وجہ سے ہے۔
اسی طرح عبادتوں کی ساری قیمت، ساراراز درحقیقت گوہرِ عبادت
میں ہے، نہ کہ صدفِ عبادت میں
ہم عام طور پر اپنی دینداری کی حالت کا جب مشاہدہ کرتے
ہیں تو دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ صدف ہاتھ میں لے کر
گھوم رہے ہیں، صدف کو سینے سے لگایا ہوا ہے اور اس
کی حفاظت کر رہے ہیں اور صدف کا دَم بھرتے
ہوئے اسی کے گیت و گُن گاتے ہیں درحالیکہ گوہر
اس میں نہیں ہے۔

www.islamimarkaz.com / www.mashrabenaab.com
www.pairwan-e-wilayat.com